قائداعظم محمد علی جناح
پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے
(۱۹۴۷ء-۱۹۴۸ء)*

ڈاکٹر ریاض احمد

بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنی وفات تک کام کیا۔ اگرچہ یہ عرصہ تیرہ ماہ تک محیط ہے، لیکن ہمیں ان مسائل کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا جو ایک نوزائیدہ ملک کو درپیش تھے یا پھر قائد کی وفات کے بعد خصوصی طور پر ان کے لیفٹیننٹ وزیراعظم لیاقت علی خان کی ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو وفات کے بعد جو صورت حال پیدا ہوئی۔ گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظم نے جو کام کیا اسے پاکستان کی تاریخ میں انتہائی اہم قرار دیا جاتا ہے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے قیام کے فوراً بعد متعدد مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ چاہے یہ حقیقی نوعیت کے تھے یا پھر بھارت کی طرف سے پیدا کردہ تھے۔ اگرچہ ان تمام مسائل کا احاطہ کرنا انتہائی مشکل کام ہے لیکن اہم نوعیت کے وہ مسائل ہم ضرور زیر بحث لائیں گے جن کے بارے میں قائداعظم نے اہم فیصلے کئے تھے۔ ان مسائل میں جموں و کشمیر کا مسئلہ، پختونستان کا مسئلہ، بھارت سے پاکستان آنے والے مہاجرین کے مسائل، نئی مملکت کے مالی وسائل، بھارت اور پاکستان کے درمیان اثاثوں کی تقسیم، دو ریاستوں کے درمیان مسلح افواج کی تقسیم کا مسئلہ، مختلف ممالک میں غیر ملکی مشن کے قیام سمیت نئی خارجہ پالیسی کا تعین، مملکت کے لئے نئے دستور کی تشکیل اور مسلم لیگ کی پالیسی کے مطابق خصوصاً شمالی مغربی صوبہ سرحد سمیت صوبائی حکومتوں کا قیام شامل ہے۔

اس سے قبل کہ ان مسائل کو زیر بحث لایا جائے ہم مشکل ترین حالات خصوصاً ۳ جون ۱۹۴۷ء کے پلان کے بعد کی صورت حال پر نظر ڈالتے ہیں جن میں وفاقی حکومت کے انتظامی محکموں کی تقسیم، پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی تشکیل، صوبائی گورنروں کا تقرر اور قائداعظم محمد علی جناح کی لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ اثاثوں کی تقسیم جیسے اہم مسائل شامل ہیں۔

---

* مترجم: محمد بخش ہاشمی مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد

۳ جون ۱۹۴۷ء کے بعد جواہر لال نہرو اور دوسرے کانگریسی رہنماؤں نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن پر دباؤ ڈالا کہ وہ قائداعظم کو قائل کرے کہ وہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو بھارت اور پاکستان کا مشترکہ گورنر جنرل تسلیم کریں۔ اس بات نے قائداعظم کے دماغ میں ماؤنٹ بیٹن اور کانگریسی رہنماؤں کے بارے میں شک پیدا کیا کہ انہوں نے صدق دل سے پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ پاکستان کی آزادی کے چند ماہ بعد مسلمانوں کو اس بات پر قوی یقین ہو گیا تھا کہ وہ ماؤنٹ بیٹن کے ذریعے پاکستان کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے مستقبل کے خطرات کو فوراً محسوس کیا اور یہ معاملہ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل میں پیش کیا۔ کونسل نے قائداعظم محمد علی جناح کو پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کے طور پر نامزد کیا۔ ماؤنٹ بیٹن کو اس فیصلے سے زبانی طور پر لیاقت علی خان نے ۲ جولائی کو آگاہ کر دیا۔ لیکن جب ماؤنٹ بیٹن نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اعزازی سیکرٹری جنرل لیاقت علی خان کو مجبور کیا کہ وہ لکھ کر دیں تو انھوں نے ۵ جولائی کو ماؤنٹ بیٹن کو قائداعظم محمد علی جناح کے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کے طور پر نامزد کرنے کے بارے میں آگاہ کیا۔ اس فیصلے سے نہ صرف ماؤنٹ بیٹن بلکہ کانگریسی قیادت کو بھی دکھ ہوا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اپنے ایک اجلاس کے دوران قائد کو اپنا فیصلہ تبدیل کرنے کے لئے کہا۔ قائداعظم پختہ ارادے کے مالک تھے بلکہ انہوں نے تجویز کیا کہ ماؤنٹ بیٹن ہندو پاکستان کے سپر گورنر جنرل بن جائیں۔ یہ ایک ایسا خیال جو ماؤنٹ بیٹن اور کانگریسی قیادت کے لئے قابل قبول نہ تھا جب جولائی ۱۹۴۷ء میں آزادیٔ ہند کا ایکٹ منظور ہوا تو برطانوی حکومت کی جانب سے یہ اعلان کیا گیا کہ قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے پہلے گورنر جنرل ہوں گے جس کی وجہ سے انھوں نے گورنر جنرل کی حیثیت سے اپنے فرائض کی انجام دہی شروع کر دی۔ اس کے بعد پاکستان کی تقسیم سے متعلق تمام معاملات قائداعظم کے ساتھ زیر بحث آتے اور ان کی مشاورت سے ان کی منظوری دی جاتی۔ اس لئے ماؤنٹ بیٹن نے اپنے آپ کو مجبور پایا کہ وہ پاکستان سے متعلقہ امور کی منظوری قائداعظم محمد علی جناح سے لیا کریں۔ اگر جناح کو پاکستان کے گورنر جنرل ہونے کے عہدہ پر نامزد نہ کیا جاتا تو نہرو اور ماؤنٹ بیٹن، پاکستانی علاقوں کی تقسیم کے تمام معاملات انجام دیتے جس کی وجہ سے قائداعظم کی رائے کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظم نے ۱۰ جولائی سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک کام کیا۔ یہ ایک ایسی مدت تھی جس کے دوران جناح نے قومی اور مملکت پاکستان کے مفاد میں اہم فیصلے کئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم نے ۴ جولائی ۱۹۴۷ء سے اپنے فرائض کا آغاز کیا۔ برطانوی وزیراعظم مسٹر اٹیلی (Attlee) نے دارالعوام میں ۱۰ جولائی ۱۹۴۷ء کو یہ اعلان کیا جس کہ تحت قائداعظم کو پاکستان کا گورنر جنرل اور ماؤنٹ بیٹن کو انڈیا کا گورنر جنرل بنانے کی سفارش کی گئی۔ جس کی منظوری عنقریب شہنشاہ دے دیں گے[۱]۔ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل نامزد ہونے کے بعد ۱۳ جولائی کو نئی دہلی میں اپنی پہلی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے قائد

نے پاکستان میں اقلیتوں کو یقین دلایا کہ ان کے مذہب، عقیدے، زندگی، جان و مال اور ثقافت کا ہر حال میں تحفظ کیا جائے گا [2] - انھوں نے اس تجویز کو بھی سختی سے مسترد کردیا کہ پاکستان ایک Theocratic ریاست ہوگی [3] - انہوں نے ہندوستان کو بھی یقین دلایا کہ پاکستان بھارت کے ساتھ دوستانہ تعلقات کا خواہشمند ہے [4] - پاکستان میں اقتدار کی منتقلی کی تیاری کے لئے قائداعظم محمد علی جناح ۷ اگست کو کراچی پہنچے [5] - نامزد گورنر جنرل کی حیثیت سے انکی آمد پر گارڈ آف آنر بھی پیش کیا گیا [6] -

جہاں تک حقائق کا تعلق ہے ماؤنٹ بیٹن اس سے قبل بھی قائداعظم کو نظرانداز نہیں کرسکا۔ ۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو وائسرائے کے ساتھ ملاقات میں قائداعظم نے یہ واضح کردیا تھا کہ وہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا اجلاس جولائی کے اختتام یا اگست ۱۹۴۷ء کے اوائل میں کراچی میں بلانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ماؤنٹ بیٹن نے اس معاملے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا [7] - بعدازاں جناح کی منظوری سے وائسرائے آفس نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے اراکین کی ایک فہرست تیار کی جس کا اعلان وائسرائے نے ۲۷ جولائی ۱۹۴۷ء کو منعقدہ ایک پریس کانفرنس میں کیا [8] - اس فہرست میں شمال مغربی صوبہ سرحد سے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں خان عبدالغفار خان اور مولانا ابوالکلام آزاد کے نام بھی شامل تھے جس پر جناح نے تو کوئی اعتراض نہ کیا لیکن پریس میں اس فہرست کے شائع ہونے کے فوراً بعد آزاد نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے استعفیٰ دے دیا [9] - ماؤنٹ بیٹن ان کی جگہ کسی اور کو نامزد کرنا چاہتے تھے لیکن جناح نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ نشست آزاد کے مستعفی ہونے سے وجود میں آئی ہے اس لئے یہ صرف اور صرف پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے بنائے ہوئے قواعد کی روشنی میں پر ہونی چاہئے [10] -

تقسیم کے انتظامی امور نبٹانے کی غرض سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی صدارت میں ۵ جون ۱۹۴۷ء کو ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں قائداعظم محمد علی جناح، جواہر لعل نہرو، لیاقت علی خان اور ولابھائی پٹیل بھی شریک ہوئے جس میں تقسیم سے متعلق مختلف قانونی پہلوؤں پر غوروخوض کیا گیا- جناح نے اس موقع پر کہا کہ ابھی بہت سے امور طے کرنا باقی ہیں اس لئے وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کون سے امور پہلے انجام دیئے جائیں کیونکہ ''تمام امور کا ایک وقت میں انجام پانا بہت مشکل ہے'' [11] - انہوں نے یہ تجویز بھی دی کہ سب سے پہلے تقسیم سے متعلق ٹریبونل تشکیل دیا جائے جسے اعلیٰ ترین اور فیصلہ کن ادارے کا درجہ حاصل ہو اور یہ عبوری حکومت کے سامنے جواب دہ نہ ہو جو ایک نگران حکومت کے طور پر کام کررہی ہے [12] - اجلاس کسی بھی نتیجے پر پہنچے بغیر اختتام پذیر ہوگیا تھا اس لئے ۷ جون کو دوبارہ اجلاس ہوا جس کی صدارت وائسرائے نے کی- اس اجلاس میں جناح نے کیا کہا اس سلسلے میں اخباری رپورٹ درج ذیل ہے:-

قائداعظم نے کہا کہ وہ اس سے متفق نہیں ہیں کہ ایگزیکٹو کونسل کے اجلاس میں جو کچھ ہوا وہ درست

ہوا ہے- سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ اس بارے میں واضح صورت حال معلوم کر لی جاتی - فضیلت مآب کی حکومت کے بیان میں جو پلان شامل تھا یہ شہنشاہ اور ان کی حکومت ہی تھی جس نے اختیارات کی منتقلی کی تجویز پیش کی - اس سلسلے میں اختیارات کی منتقلی کے لئے جو طریقہ بنایا گیا اور جو مشینری تیار کی گئی اس بارے میں آزادانہ رائے ہونی چاہیئے تھی - عبوری حکومت موجودہ دستور کے تحت کام کر رہی تھی یہ شہنشاہ معظم اور ان کی حکومت کا کام تھا کہ وہ ایسا ادارہ تشکیل دیتے جس سے تمام اثاثوں، ذمہ داریوں کی تقسیم کا سلسلہ شروع کیا جا سکتا جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت تفویض کئے گئے تھے تا کہ اس پر عملدرآمد کیا جا سکے۔ ایکٹ کے تحت اس جزوی منتقلی کی غرض سے حکومت نے متعلقہ مقاصد کی تکمیل کے لئے اختیارات تفویض کئے تھے۔ لیکن حکومت ان حدود کے اندر رہتے ہوئے کام شروع کرنا چاہتی ہے - منصوبے کے اعلان کے بعد کوئی نئی پالیسی یا قانون سازی نہیں ہونی چاہیئے - اگر وہاں کوئی بحران تھا تو وہ فضیلت مآب کے گورنر جنرل ہونے کی حیثیت سے ان کے ایگزیکٹو کے اشتراک سے تھا - انہیں اس بارے میں جو اقدامات ضروری معلوم ہوتے تھے وہ کرنے چاہیں تھے - لیکن اس ضمن میں نہ تو کوئی منصوبہ بندی یا پالیسی یا انتظامی یا قانونی اقدامات اٹھائے گئے کیونکہ یہ بات واضح تھی کہ یہ صرف دو یا تین مہینوں کا مسئلہ تھا - عبوری حکومت کے پاس وہ اختیارات نہیں ہیں جن کی وہ مستحق تھی - نگران حکومت کو سب سے پہلے اپنی حیثیت کو دیکھنا چاہیئے - اس لئے شہنشاہ معظم اور ان کی حکومت کو کسی بھی رکاوٹ کے بغیر تقسیم کے عمل کو مکمل کر دینا چاہیئے - وہ اس بات کا اندازہ نہیں کر سکے کہ عبوری حکومت اس فیصلہ پر کیسے پہنچی۔[۱۳]

جناح کی تجویز کی مخالفت ماؤنٹ بیٹن، نہرو اور پٹیل نے کی لیکن جناح نے انہیں آخری لمحات تک اپنے جائز مسائل کے بارے میں سمجھانے کی بار بار کوشش کی - جس کے نتیجے میں اس بات پر اتفاق رائے ہوا کہ پارٹیشن کونسل Partiton Council کانگریس، مسلم لیگ کے چوٹی کے دو دو رہنماؤں پر مشتمل ہو اور جبکہ وائسرائے اس کے کونسل کے چیئرمین ہوں۔ ایک کمیٹی اور ثالثی کونسل پارٹیشن کونسل کی معاونت کرے گا - جبکہ نیو دہلی میں موجودہ کیبنٹ سیکرٹریٹ پارٹیشن کونسل کے سیکرٹریٹ کی حیثیت سے کام کرے گا۔[۱۴]

تقسیم کے تمام مسائل حتیٰ کہ گورنروں کے تقرر، بیرون ملک سفارت کاروں کی تقرری جیسے مسائل فوری حل طلب تھے جن کے بارے میں انہوں نے ۹ جون کو ماؤنٹ بیٹن کو تحریر کیا تھا - ۱۱ جون کو اپنے مراسلے میں انھوں نے تقرری کے اس معاملے پر مزید تاکید کی تھی۔[۱۵]

آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے جناح اور لیاقت علی خان جبکہ کانگریس کی طرف سے سردار پٹیل اور ڈاکٹر راجندر پرشاد پارٹیشن کونسل کے اراکین کے لئے نامزد ہوئے۔[16] جناح مسلح افواج کی تقسیم میں بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے اس لئے جب ۲۷ جون کو وائسرائے آفس میں پارٹیشن کونسل کا اجلاس ہوا۔ راولپنڈی میں پاکستان کے آرمی ہیڈکوارٹر اور دہلی میں آرمی ہیڈکوارٹر کے قیام کے لئے ایک طویل مسوہ تیار کیا گیا۔لیکن ہندوستان کے کمانڈر ان چیف کو تقسیم کے طریقہ کار کی تکمیل تک سپریم کمانڈر کی حیثیت سے فرائض انجام دینے کی ہدایات تھیں۔ ۲۳ جون کو وائسرائے نے اپنے اجلاس میں یہ واضح کر دیا تھا کہ پاکستان آرمی کی تشکیل ۱۵ اگست تک مکمل کر لی جائے اور پاکستان میں آپریشنل کمانڈر انچیف کا تقرر اس تاریخ سے کر دیا جائے گا جو پاکستانی حکومت کی جانب سے اس روز احکامات وصول کرے گا[17]۔ وائسرائے اس سے متفق تھا لیکن اس نے اس میں یہ اضافہ کر دیا کہ دونوں افواج کے انتظامی امور فیلڈ مارشل Sir Claude Auchinleck کی نگرانی میں انجام دیئے جائیں گے۔ اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان طویل حد تک فیلڈ مارشل پر اعتماد نہیں کریں گے اور وہ ان کی جگہ کسی اور کو دیکھنے کو ترجیح دیں گے[18]۔ لیکن وائسرائے نے اس سے اتفاق نہ کیا[19]۔

پاکستانی پرچم کی تیاری کے سلسلے میں جناح اور ماؤنٹ بیٹن کے درمیان 12 جولائی کو ملاقات ہوئی[20]۔ جناح نے اس بات پر اصرار کیا کہ مسلم لیگ کے پرچم کو پاکستان کا پرچم ہونا چاہئے۔لیکن ماؤنٹ بیٹن اس کے خاکے میں تبدیلی چاہتے تھے اور ان کی یہ خواہش تھی کہ اس میں ترمیم کر کے مسلم لیگ کے پرچم پر یونین جیک کو چھوٹا کر کے دکھایا جائے۔ قائداعظم نے 12 جولائی کو ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ اپنی بالمشافہ ملاقات میں اس بات کی وضاحت کی کہ اس سے مسلمانوں کے جذبات اور احساسات کو ٹھیس پہنچے گی۔ پرچم کے مسئلے کے حل کے لئے ۱۵ جولائی کو وائسرائے ہاؤس میں دوبارہ اجلاس ہوا[21] اور جناح کے خیالات کو مان لیا گیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے یہ بات بڑی شدت سے محسوس کی کہ کس طرح جناح پاکستان سے متعلق امور کے سلسلے میں فیصلے کر رہے ہیں۔ ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو سکریٹری آف سٹیٹ کے نام اپنی ذاتی رپورٹ میں ماؤنٹ بیٹن نے شکایت کی اور کہا جناح کس طرح اپنی عدالت سے ہر روز فیصلے صادر کر رہے ہیں[22]۔

۱۳ اور ۱۴ اگست کو کراچی میں ماؤنٹ بیٹن کے دورے کے موقع پر تقریبات کے انتظامات وائسرائے کے عملے نے قائد کی مشاورت کے ساتھ ۱۵ اور ۱۸ جولائی کو ترتیب دیئے۔

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں پاکستان کے نامزد گورنر جنرل قائداعظم کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا۔ قائداعظم نے اپنے انتخاب پر اپنے استقبالی خطبے میں واضح طور پر کہا کہ انصاف اور صاف گوئی نئی ریاست کے رہنما اصول ہوں گے[23]۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ ہم ان بنیادی اصولوں کے تحت

اپنے کام کا آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب پاکستان کے مساوی شہری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ذات اور کمیونٹی میں کوئی امتیاز نہیں ہے [۲۴]۔ انہوں نے واضح اعلان کیا کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی دو اہم فرائض انجام دے گی پہلا کام نئی ریاست کے لئے نئے دستور کی تشکیل اور دوسرا یہ کہ قانون ساز ادارے کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے گی۔ لیاقت علی خان کی تحریک پر پاکستان کا قومی پرچم چاند اور تارے کے ساتھ تین چوتھائی سبز ایک چوتھائی سفید رنگ کا بنایا گیا [۲۵]۔ لیاقت علی خان کی دوسری تحریک پر ۱۲ اگست کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ تمام سرکاری امور دستاویزات اور مراسلت میں ایم اے جناح کی بجائے قائداعظم محمد علی جناح لکھا جائے گا [۲۶]۔

پاکستان کو اختیارات کی منتقلی کی تقریب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں منعقد ہوئی جس میں برطانوی ہند کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور قائداعظم دونوں نے خطاب کیا [۲۷]۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ پاکستان کی تخلیق تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے اور شہنشاہ معظم اور اپنی طرف سے مبارک باد دی [۲۸]۔ قائداعظم نے اپنے خطاب میں جواب دیتے ہوئے کہا ہم ایک دوست کی حیثیت سے جدا ہو رہے ہیں اور ہمیشہ دوست رہیں گے [۲۹]۔ ماؤنٹ بیٹن نے نئے گورنر جنرل کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا [۳۰]۔

قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل کی ہدایت کے مطابق شمال مغربی صوبہ سرحد کے گورنر سر جارج کنگھم کے حکم پر ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کو ڈاکٹر خان صاحب کی سربراہی میں قائم وزارت سرحد کو برطرف کر دیا۔ [۳۱] یہ کارروائی اشد ضروری تھی کیوں کہ جولائی ۱۹۴۷ء میں شمال مغربی صوبہ سرحد میں ہونے والی رائے شماری میں صوبے کی اکثریت نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ مسلم لیگ نے کانگریس حکومت کے خلاف تحریک کا آغاز کیا تھا لیکن قائد کے حکم پر اسے مؤخر کر دیا گیا تھا۔ تاہم پاکستان کے قیام کے موقع پر ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت نے پاکستانی پرچم کو سلوٹ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس طرح پاکستان کے مفاد میں اسے برطرف کرنا از حد ضروری تھا۔ مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے اپوزیشن رہنما خان عبدالقیوم خان کو نئی وزارت کی تشکیل کی دعوت دی گئی [۳۲]۔ اس کے بعد شمال مغربی صوبہ سرحد کے صوبائی معاملات درست سمت کی طرف گامزن ہوئے۔

ریڈکلف ایوارڈ کے اعلان کے بعد پنجاب سے تعلق رکھنے والے مسلم لیگ کے کارکنوں کے ذہنوں میں بہت بڑا ہیجان پایا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں ریڈیو پاکستان لاہور سے ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنی نشری تقریر میں قائداعظم نے اعلان کیا کہ ایوارڈ غلط اور غیر منصفانہ ہو سکتا ہے لیکن یہ عدالتی نہیں بلکہ سیاسی ایوارڈ ہے اور ہم اس کا احترام کرتے ہیں اور اس کی پابندی ہم پر واجب ہے۔ [۳۳] اس لئے قائداعظم کی رہنمائی میں اس تحریک نے اپنا رخ پنجاب میں امن

وامان کے قیام کی طرف موڑ لیا جس نے بھارتی پنجاب سے آنے والے ہزاروں مہاجرین کی دیکھ بھال کرنے میں حکومت پنجاب کی کافی مدد کی[۳۴]۔ زیادہ تر مہاجرین پنجاب کے مختلف شہروں میں آباد ہو گئے تھے۔

مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کے خلاف کسی بھی قسم کی ظالمانہ کاروائی خیبر ایجنسی کے آفریدیوں کے لئے ناقابل برداشت بات تھی۔ خیبر ایجنسی کے آفریدیوں کی طرف سے نواب زادہ خلیف خان ملک نے اس تلافی کے لئے قائد کو ایک تار ارسال کیا۔[۳۵] قائد نے اپنے جواب میں اسے غیر سمجھداری کا ثبوت قرار دیا۔[۳۶] قائد نے یہ انکشاف بھی کیا کہ سرحدی قبائلیوں کی طرف سے انھیں متعدد تاریں وصول ہوئی ہیں اور انہوں نے ہمیشہ یہ نصیحت کی کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل کیا جائے[۳۷]۔ مشرقی پنجاب میں تشدد کے واقعات سے قائداعظم کو شدید ذہنی دھچکا لگا جس نے ہزاروں مسلمانوں کے لئے مسائل پیدا کئے۔ انہوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ دلائل کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کریں۔[۳۸]

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے لئے اقوام متحدہ کی مکمل رکنیت کے حصول میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ اس مقصد کے لئے مسلم لیگ کے نمائندے جناب ایم اوا ے بیگ کو Lake Success (امریکہ) روانہ کیا گیا۔ 13 اگست کو انہوں نے اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل Mr. Trygve Lie کو پیغام پہنچایا کہ پاکستان کے نامزد گورنر جنرل اقوام متحدہ کی رکنیت حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں[۳۹]۔ اس بنیاد پر ۱۹ اگست کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا ایک اجلاس ہوا جس میں ستمبر میں منعقدہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کو سفارش کی گئی کہ پاکستان کو برطانوی دولت مشترکہ کا نیا رکن بنالیا جائے۔[۴۰]

دنیا کے دوسرے فورموں پر بھی پاکستان کی دلچسپی تھی۔ عبدالرحمٰن صدیقی کی سربراہی میں مسلم لیگ کا ایک وفد قائداعظم کے خصوصی احکامات کے تحت اگست ۱۹۴۷ء کے تیسرے ہفتے میں فلسطین کے موضوع پر منعقدہ بین البپارلیمانی عالمی کانگریس میں شرکت کی غرض سے قاہرہ روانہ کیا گیا[۴۱]۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر عبدالرشید نے پاکستان کے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح سے حلف لیا۔ اس کے فوراً بعد اسی دن لیاقت علی خان کی سربراہی میں ۷ اراکین پر مشتمل پاکستان کی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ ان وزراء میں لیاقت علی خان، آئی آئی چندریگر، غلام محمد، سردار عبدالرب نشتر، جوگندرا ناتھ منڈل، فضل الرحمٰن اور غضنفر علی خان شامل تھے[۴۲]۔ اس کے بعد صوبائی انتظامیہ تشکیل دی گئی۔ گورنر اور وزرائے اعلیٰ کا تقرر کیا گیا۔

۳ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے گزٹ میں ایک اعلامیہ کے ذریعے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو

عبوری آئین کے طور پر اختیار کیا گیا [۴۳]۔ یہ عبوری آئین اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نئے دستور کی تشکیل نہیں دیتی۔ اس ایکٹ میں مندرجہ ذیل چند بنیادی تبدیلیاں کی گئیں۔

(i) تاج برطانیہ کے تمام حوالہ جات ختم کر دیئے جائیں گے۔

(ii) گورنروں اور ہائی کورٹ کے ججوں کی تقرری گورنر جنرل کی طرف سے کی جائے گی۔

(iii) ہماری وفاداری تاج برطانیہ سے نہیں بلکہ دستور پاکستان سے ہوگی۔

(iv) گورنر جنرل کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ صوبائی وزارت پر نظر رکھیں گے تاکہ وہ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کر سکیں۔

(v) وفاقی مقننہ سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب کرے گی۔

(vi) گورنر جنرل اور گورنروں کے مشاہروں میں تخفیف کر دی گئی۔

(vii) ہنگامی نوعیت کے حالات کے تحت گورنر جنرل کو آرڈیننس جاری کرنے کا اختیار دیا گیا [۴۴]۔

عالمی سطح پر کھیلوں کے میدان میں قائداعظم کی طرف سے ہدایات کے تحت پاکستان شرکت کا متمنی تھا۔ اس غرض سے اگست ۱۹۴۷ء کے آخری ایام میں احمد ای ایچ جعفر کی صدارت میں آل پاکستان اولمپک ایسوسی ایشن تشکیل دی گئی [۴۵]۔ ستمبر ۱۹۴۷ء کے اوائل میں جب جعفر کاروباری مشن پر برطانیہ روانہ ہو رہے تھے تو انہیں ہدایت کی گئی کہ عالمی اولمپک ایسوسی ایشن میں پاکستان کی رکنیت حاصل کی جائے اور آئندہ سال جنوری ۱۹۴۸ء میں کراچی ورلڈ اولمپک کا اجلاس بلایا جائے۔ جس میں آل پاکستان اولمپک ایسوسی ایشن کے سر پرست اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے قائداعظم اس اجلاس کے مہمان خصوصی ہوں گے [۴۶]۔

مسلح افواج کی نئے خطوط پر درجہ بندی کی گئی ایئر وائس مارشل اے۔ ایل۔ اے پیسی کینے (A.L.A Pessy Keene) کو ستمبر ۱۹۴۷ء کے اوائل میں پاکستان ایئر فورس کی کمان سونپی گئی [۴۷]۔

یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو بھارت نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے صدر سے پاکستان کے خلاف شکایت کی کہ پاکستان آپریشن کی غرض سے جموں و کشمیر میں پاکستانی شہری اور قبائل بھیج رہا ہے۔ یہ شکایت اقوام متحدہ میں بھارت کے مستقل مندوب پی پی پلائی نے کی جس میں اقوام متحدہ کو سخت اقدامات کرنے کی درخواست کی گئی [۴۸]۔ پاکستان نے آزاد کشمیر کی حکومت کی مشاورت سے اقوام متحدہ کے کمیشن سے رابطہ کیا تاکہ مسئلہ کشمیر کو حل کیا جا سکے جس کے لئے پاکستان معاونت کرنے پر رضامند تھا۔ یہ جواب ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کے کمیشن کی قرارداد پر ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء کو دیا گیا [۴۹]۔

مسئلہ کشمیر کے علاوہ پاکستان کے ساتھ دس ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ خصوصاً خان آف قلات پریشانی کا سبب بن رہا تھا۔ انھیں الحاق کے لئے تفصیل کے ساتھ سمجھانے کی ضرورت تھی۔ ان ریاستوں میں چترال، انب

،سوات، دیر، مکران، خاران، لسبیلا، قلات، خیر پور اور بہاولپور شامل ہیں۔ ان تمام ریاستوں میں بہاولپور سب سے بڑی ریاست تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ان ریاستوں کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے سلسلے میں ان ریاستوں کے حکمرانوں کو راضی کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ ریاستیں ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء اور ۳۱ مارچ ۱۹۴۸ء کے درمیان پاکستان میں شامل ہوگئیں۔ [۵۰] اس طرح اہم نوعیت کا یہ مسئلہ قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی ہی میں حل ہوگیا۔ [۵۱]

قائداعظم کی ہدایات کی روشنی میں پاکستان کی حکومت نے پاکستان کی کرنسی کے سلسلے میں بنیادی اقدامات کئے۔ ۲۰ مارچ ۱۹۴۸ء تک ہندوستانی کرنسی پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں استعمال ہوتی رہی۔ ۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو پاکستان نے اپنا سکہ جاری کیا جس کے دونوں جانب حکومت پاکستان کے الفاظ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں درج کئے گئے۔ [۵۲] پرانے عام نوٹوں کا استعمال ۳۰ مارچ تک جاری رہا۔ یکم اپریل ۱۹۴۸ء کو حکومت پاکستان نے اپنے نوٹوں کی طباعت کا کام شروع کیا۔ لیکن ابھی تک پاکستان اپنا اسٹیٹ بنک قائم نہیں کر سکا تھا۔ یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو کراچی میں اسٹیٹ بنک آف پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا۔ افتتاحی تقریب کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی۔ اس موقع پر آپ نے اپنے افتتاحی خطبے میں فرمایا:

> ہمارے ملک کی معاشی زندگی کو منضبط کرنے کے سلسلے میں بنک دولت پاکستان کو جو کردار ادا کرنا ہوگا اس کی تفصیل میں جانے کی مجھے چنداں ضرورت نہیں- بنک کی حکمت عملی براہ راست تجارت اور کاروبار پر اثر انداز ہوگی خواہ وہ اندرون ملک ہو یا بیرونی دنیا کے ساتھ- چنانچہ خواہش محض یہی ہوگی کہ آپ کی حکمت عملی زیادہ سے زیادہ پیداوار اور آزادانہ تجارت کی حوصلہ افزائی ہو- ایام جنگ کے دوران جو مالیاتی حکمت عملی بروئے کار لائی گئی اس نے ہمارے موجودہ اقتصادی مسائل کو جنم لینے میں کچھ کم حصہ نہیں لیا- اخراجات میں غیر معمولی اضافے سے ملک کا غریب طبقہ متاثر ہوا اور متعین آمدنی والے طبقے پر تو اس کا زیادہ ہی برا اثر پڑا- اس وقت ملک میں جو بے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے اس کی زیادہ تر ذمہ داری بھی اس پر ہی عائد ہوتی ہے۔ [۵۳]

مغربی پنجاب اور سندھ کابینہ کے تعلقات میں سنجیدہ نوعیت کے اختلافات پیدا ہو گئے۔ جس کی وجہ سے ۲۳ اپریل ۱۹۴۸ء کو قائداعظم محمد علی جناح کو ذاتی طور پر اس پر غور وخوض کرنا پڑا۔ [۵۴]

قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان میں کاروباری وتجارتی سرگرمیوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ایوان صنعت وتجارت کے مختلف کاروباری افراد سے ملاقاتیں بھی کیں۔ ۲۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو ایوان صنعت وتجارت کے ۸۸ ویں سالانہ اجلاس سے اپنے خطاب میں قائد نے انہیں نجی کاروبار میں سہولتوں کی فراہمی کا

یقین دلایا[۵۵]۔

مختلف مواقعوں پر اقلیتوں کو پاکستان کے دوسرے شہریوں کی طرح مکمل مساوی حقوق دینے کا یقین بھی دلایا گیا۔۱۴جون کو اپنے اعزاز میں پارسی انجمن آف بلوچستان کی طرف سے کوئٹہ میں دی گئی ضیافت سے خطاب کرتے ہوئے قائد نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ ذات پات، رنگ ونسل کے کسی امتیاز کے بغیر ہر شخص کی جان و مال جائیداد اور عزت نفس کا تحفظ کیا جائے گا[۵۶]۔

۱۹۴۸ء کے اوائل میں کراچی کے نظم ونسق کے بارے میں وفاقی حکومت اور سندھ حکومت کے مابین تنازعہ پیدا ہو گیا کہ پاکستان کا دارالخلافہ ہونے کی حیثیت سے اس پر مرکزی کنٹرول ہوگا یا صوبائی، اس مسئلے کے حل کے لئے سندھ اسمبلی مسلم لیگ پارٹی کا ایک وفد ۲۳جون ۱۹۴۸ء کو زیارت میں قائداعظم سے ملا اور اس ضمن میں رہنمائی کی درخواست کی۔قائد نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کے صوبائی اور مرکزی حکومت اپنے مسائل دوستانہ ماحول میں حل کریں اور یہ تجویز بھی دی کہ مرکزی حکومت اور صوبائی انتظامیہ کے علاقوں کی واضح طور پر نشاندہی کرنی چاہئے۔پاکستان کی نازک حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے قائداعظم نے کہا کہ ہمیں کوئی کارروائی کرتے ہوئے جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے کیوں کہ اس کے علاوہ اور بھی مسائل ہیں جنھیں ہماری فوری توجہ کی ضرورت ہے تاہم یہ مسئلہ تین سال کے اندر اندر حل ہونا چاہئے[۵۷]۔

خارجہ پالیسی:۔

خارجہ پالیسی کے ضمن میں بھی قائداعظم محمد علی جناح نے نہ صرف پاکستان کی رہنمائی کی بلکہ دنیا کے مختلف ممالک کے ساتھ پاکستان کے دوستانہ تعلقات کے قیام میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ زیورچ کے اخبار Neue Zurcher Zeitung کے خصوصی نمائندے ڈاکٹر ایرک سٹیف (Eric Stiff) کے ساتھ ۱۱مارچ ۱۹۴۸ء کو انٹرویو میں جب قائداعظم محمد علی جناح سے ہندوستان کے ساتھ تعلقات کے بارے میں پوچھا گیا تو قائد نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے ساتھ تنازعات اور مسائل کا پرامن تصفیہ بھی ممکن ہے اگر ہندوستان برتری کے احساس سے آزاد ہو جائے اور مساوی بنیادوں پر پاکستان کے ساتھ تعلقات استوار کرے اور حقائق کو تسلیم کرے[۵۸]۔

جن بنیادی اصولوں پر قائداعظم غیر ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات قائم کرنا چاہتے تھے۔وہ ملک کے اندر اور باہر قیام امن کا حصول تھا۔آپ کو یقین تھا کہ جب تک ہم اپنے اندر نیک نیتی کا جذبہ پیدا نہ کرلیں اس وقت تک ہم ایسا نہیں کر سکتے۔یہ اس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب ہم تمام انسانی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ پیش آئیں اور دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی بھی قوم کو درپیش مسائل کے خاتمے کے لئے سعی کریں۔یہ وہ اسلامی اصول تھے

جن پر قائداعظم پاکستان کی حکومت کو چلانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

انہی وسیع اصولوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے پاکستان کے عوام کی خواہش تھی کہ ہمسائیوں، مسلم ممالک، عالمی طاقتوں اور دنیا میں ہر جگہ رہنے والے انسانوں کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کریں۔ شاہ افغانستان کے خصوصی نمائندے سردار نجیب اللہ خان نے ۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کو اسناد تقرر پیش کیں۔ اس موقع پر آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

> پاکستان کی حکومت اور اس کے عوام کے دلوں میں افغانستان کی مسلم سلطنت جو ہمارا نزدیک ترین ہمسایہ ہے اور جس کے ساتھ صدیوں سے اہالیان پاکستان کی بہت سے نسلوں کے ان گنت مذہبی، ثقافتی اور معاشرتی روابط موجود ہیں کے لئے گرم جوشی اور دوستانہ جذبات کے سوا کچھ نہیں۔ بلاشبہ عزت مآب کو اس امر کا علم ہے کہ پاکستان کے عوام نے ہمیشہ افغان عوام کے جذبہ حریت اور کردار کی عظیم قوت کو سراہا ہے۔ میری خواہش ہے کہ ان دونوں برادر اقوام میں عظیم ترین اور بے حد پائیدار دوستی کا رشتہ استوار ہو اور مجھے امید ہے کہ دونوں حکومتیں ان تمام امور کو جو ہماری توجہ کے مستحق ہیں خیر سگالی اور طرفین کے لئے مفید انداز میں طے کرلیں گی اور مجھے اعتماد ہے کہ دونوں ملکوں کے مابین خیر سگالی اور دوستی جو پہلے ہی سے موجود ہے آئندہ متوقع مذاکرات سے مضبوط اور مستحکم ہو جائے گی۔ [۵۹]

شاہ افغانستان کے خصوصی نمائندے کے دورے کا مقصد پاکستان میں افغان سفیر کی تقرری تھا۔ پاکستان میں افغانستان کے نئے سفیر نے ۸ مئی ۱۹۴۸ء کو قائداعظم کو اسناد سفارت کاری پیش کیں۔ اس موقع پر قائداعظم نے فرمایا:

> آج مجھے آپ کا، افغانستان کے پہلے سفیر کی حیثیت سے، خیر مقدم کرتے ہوئے بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ حکومت اور اہالیان پاکستان فضیلت مآب شاہ افغانستان کے اس اقدام کو تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے افغانستان کے شاہی خاندان کے ایک فرد کو سفیر کی حیثیت سے ہمارے یہاں بھیجا۔ ہم توقع اور بھروسہ کرتے ہیں کہ عزت مآب جیسے ممتاز اور کہنہ مشق نمائندے کی وجہ سے ہماری دونوں قومیں جن قدیمی رشتوں میں منسلک ہیں انہیں مزید تقویت پہنچے گی اور اس طرح دونوں ملکوں کے درخشاں اور پر مسرت مستقبل کے لئے راہ ہموار ہو جائے گی۔
>
> عزت مآب نے بجا طور پر دوستی اور لگاؤ کے اس فطری بندھن کا ذکر کیا جن میں دونوں ملکوں کے عوام

بندھے ہوئے ہیں- ہمارا باہمی تعلق اس کے متضاد ہو ہی نہیں سکتا تھا کیوں کہ یہ بندھن ایمان، ثقافت کے رشتوں اور مشترکہ تصورات پر مبنی ہے- میں سمجھتا ہوں کہ ہماری پشت پر اس قدر قوی رشتوں کی پہلے ہی سے موجودگی کے باعث ہم دونوں ملکوں کے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب تر لانے میں ناکام نہیں ہوسکتے اور اس سے بھی زیادہ قریب جتنے وہ قیام پاکستان سے قبل تھے فی الحقیقت ہم بہت مسرور ہیں کہ آج ہمارے درمیان نزدیک ترین ہمسائے کا ممتاز نمائندہ موجود ہے اور مجھے یقین ہے کہ پاکستان نیک تمناؤں کے اس پیغام کو بے حد سراہتا ہے جو عزت مآب ہمارے لئے لائے ہیں۔

عزت مآب اس بات کا یقین رکھیں کہ میری حکومت ہماری دونوں قوموں کے مابین پہلے سے موجود رشتہ مؤدت کو مضبوط تر کرنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ آپ کو ہر ممکن امداد اور تعاون پیش کرے گی- ایک عظیم مسلم قوم کے نمائندے کی حیثیت سے آپ کی موجودگی ہمارے لئے بہت مسرت کا باعث رہے گی-ہمیں امید اور اعتماد ہے کہ آپ اپنے فرائض منصبی پاکستان کے ساتھ نیک تمناؤں اور جذبات کی روشنی میں کامیابی سے سرانجام دے سکیں گے[۶۰]۔

۲۱ جنوری ۱۹۴۸ء کو برما کے سفیر نے قائداعظم کو اسناد سفارت پیش کیں۔ پاکستان کے بہترین مفاد میں برما کے ساتھ پرامن تعلقات قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا- اپنی تقریر میں قائد نے فرمایا:

مجھے اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ماضی میں بھی برما اور پاکستان کے مابین جو روابط موجود ہیں وہ اور مستحکم ہوں گے اور یکساں طور پر دونوں ملکوں کے لئے سودمند ہوں گے- مجھے امید ہے کہ دونوں ملک جو تاریخی اعتبار سے قدیم ہیں لیکن دونوں نئے ارفع و اعلیٰ مستقبل کی راہ پر گامزن ہیں۔ترقی اور زمانہ امن کے لئے پوری توانائی کے ساتھ کوشاں ہوں گے۔[۶۱]

قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان اور سیلون (سری لنکا) کے عظیم تر مفاد میں یہ فیصلہ کیا کہ دونوں حکومتوں اور ان کے عوام کے درمیان اچھے تعلقات قائم کئے جائیں-سیلون کو ریاست کا درجہ ملنے پر قائداعظم نے ۴ فروری ۱۹۴۸ء کو نیک خواہشات کا پیغام بھیجا جس میں آپ نے کہا:-

ہندوستان اور پاکستان کے جلو میں سیلون کو مملکت کا درجہ مل جانا ہمارے لئے بہت اطمینان اور مسرت کی بات ہے اور میں پاکستان کے عوام اور اپنی جانب سے آپ کو اس پرمسرت اور تاریخی موقع پر بے حد مخلصانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں- پاکستان میں ہم لوگ آپ کی ترقی کو گہری دوستی اور ہمدردانہ دلچسپی

کی نظر سے دیکھیں گے کیوں کہ آپ کے جزیرے کو جو مسائل درپیش ہیں ان میں سے بعض کی نوعیت ہمارے مسائل سے مماثلت رکھتی ہے۔ ہم دونوں ایک بیرونی طاقت کے استحصال کا شکار رہے ہیں۔ اور اب جبکہ ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا ہے میں ان عوام کی، جنھیں اب تک افسوس ناک طریقے سے نظر انداز کیا گیا ہے۔ حالت کو بہتر بنانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو کام میں لانا ہوگا۔

ہمیں جن مسائل کا سامنا ہے وہ نہ معمولی ہیں اور نہ آسان لیکن اگر ہم خود کو نئی نئی حاصل شدہ آزادی اور عوام کی خودمختار حکومت کا اہل ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں جرأت کے ساتھ اس سے نمٹنا ہوگا۔ سیلون مادی وسائل اور جوہر قابل سے مالا مال ہے اور مجھے اس میں مطلق کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے عظیم رہنماؤں کی قیادت میں اچھی حکومت اور خوش حالی کی شاہراہ پر نہایت تیزی کے ساتھ گامزن ہوگا اور ساری دنیا میں خیر سگالی اور دوستی کو فروغ دینے میں اپنا حقیقی کردار ادا کرے گا۔

پاکستان میں سیلون کے لئے نہایت پرتپاک جذبہ خیر سگالی موجود ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہماری دونوں قوموں کے مابین خیر سگالی کے جو جذبات موجود ہیں وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید مستحکم ہوتے چلے جائیں گے اور جب ہم اپنے مشترکہ مفاد کے معاملات کو مل جل کر نمٹائیں گے تو ہماری دوستی اور بھی گہری ہو جائیگی۔ ایک بار پھر سیلون کی خوش حالی اور شاندار مستقبل کے لئے دعا کرتا ہوں[۶۲]۔

۱۹ فروری ۱۹۴۸ء کو آسٹریلیا کی عوام کے نام اپنے نشری پیغام میں آسٹریلیا کو پاکستانی عوام اور سرزمین سے متعارف کراتے ہوئے کہا:

اپنی نئی مملکت کے قیام کے سلسلے میں میں یہ توقع کرتا ہوں کہ آسٹریلیا کے عوام کو ہمارے مسائل کا خصوصی اندازہ ہوگا کیوں کہ یہ کوئی بہت پرانی بات نہیں کہ آپ کے آباؤاجداد بھی نئی بستیاں بسا رہے تھے، انتظامیہ کی تشکیل کر رہے تھے، زمین کے خزانوں کو ترقی دینے کے منصوبے بنا رہے تھے، اپنے بچوں یعنی آپ کے مستقبل کو محفوظ کرنے کی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے اہم بات یہ کہ آسٹریلیا کے بچوں کی حیثیت سے اپنی شناخت کا شعور حاصل کر رہے تھے جو آپ نے ان سے ورثے میں پائی۔ کم و بیش ہم بھی آج اسی مرحلہ میں ہیں۔ بلاشبہ غلطیاں کریں گے شاید اسی طرح جس طرح آپ سے غلطیاں سرزد ہوئی ہوں گی لیکن جس طرح آپ کامیاب ہوئے ہم بھی کامیاب ہوں گے[۶۳]۔

فروری ۱۹۴۸ء میں امریکی عوام کے نام اپنے نشری پیغام میں قائداعظم نے اپنی خارجہ پالیسی کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے فرمایا:

دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ دوستی اور خیر سگالی ہماری خارجہ حکمت عملی ہے- ہم کسی ملک اور قوم کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے - ہم قومی اور بین الاقوامی معاملات میں دیانتداری اور انصاف کے قائل ہیں اور اقوام عالم میں امن اور خوش حالی کو فروغ دینے کے لئے اپنی پوری پوری کوشش صرف کردینے کے لئے آمادہ ہیں- پاکستان دنیا کی مقہور و مجبور قوموں کی مادی اور اخلاقی اعانت اور اقوام متحدہ کے منشور کے اصولوں کو اپنانے میں کبھی بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے گا-

پاکستان کو اپنی زندگی کے گذشتہ پانچ مہینوں میں ہولناک آزمائشوں اور مصائب اور ایسے سانحوں سے گزرنا پڑا جن کی بنی نوع انسان کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی- تاہم ہم نے ان آفات کا مقابلہ حوصلہ اور استقامت کے ساتھ کیا- ہم اپنی استقامت، محنت اور قربانی کے ذریعہ پاکستان کو ایک عظیم اور طاقتور قوم بنادیں گے- پاکستان قائم رہنے کے لئے بنا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے تباہ نہیں کرسکتی[۶۴] -

پاکستان میں امریکہ کے پہلے سفیر نے ۲۶ فروری ۱۹۴۸ء کو قائداعظم کو اسناد سفارت پیش کیں- اس موقع پر آپ نے فرمایا:

ہر چند کہ پاکستان ایک نئی مملکت ہے لیکن پاکستان کے عوام اور امریکی عوام کے درمیان کاروباری اور تجارتی روابط قائم ہوئے ایک صدی سے زائد مدت بیت گئی ہے- دو عالمی جنگوں کے دوران یہ تعلق زیادہ مستحکم، بلاواسطہ اور گہرا ہوگیا اور بالخصوص حالیہ دوسری جنگ کے دوران میں جب ہماری دونوں قوموں نے شانہ بشانہ جمہوریت کا دفاع کیا- آپ کی قوم نے اپنی خودمختاری کے لئے جو تاریخی جنگ لڑی اور کامیابی حاصل کی وہ نسل در نسل آپ کے ملک میں جمہوریت کی مسلسل تعلیم اور عمل روشنی کے مینار کی مثل ہے اور اس نے ہماری جیسی قوموں کے لئے محرک کا کام دیا جو حریت اور آزادی کے حصول اور غیر ملکی استعمار کی غلامی کا طوق گردن سے اتار پھینکنے کی جدوجہد میں مصروف تھیں-

میں آپ کی اس خوشی میں دل و جان سے شریک ہوں کہ آپ کی حکومت نے اس نئی مملکت کے قیام کے روز ہی سے پاکستان کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرکے دوستی اور ہمدردی کی گواہی پیش کردی- میں اس میں صرف اس قدر اضافہ کرنا چاہوں گا کہ اس دوستی کو لائق اور محترم سفارت کار

چارلس لیوس جنہوں نے عزت مآب کی تشریف آوری کے زمانے تک آپ کے ملک کی نمائندگی کی۔ اس نے اس کام کو محنت اور تسلسل کے ساتھ آگے بڑھایا[۶۵]۔

۲۱ جنوری ۱۹۴۸ء کو قائداعظم نے جمہوریہ فرانس کے پہلے سفیر کا استقبال کرتے ہوئے انتہائی مسرت محسوس کی۔ اس موقع پر اپنی تقریر میں قائداعظم نے فرمایا:

پاکستان میں فرانس کے پہلے سفیر کی حیثیت سے میں آج آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے دلی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ کی تقرری سے دونوں ملکوں کے مابین تعلقات قریب سے قریب تر ہوتے جائیں گے اور مجھے قوی امید ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ دونوں ملکوں کے مابین دوستانہ تعاون اور خلوص کو مزید فروغ ملے گا جیسا کہ فضیلت مآب نے (یہاں پر میں ثقافت کا اضافہ کردوں) پاکستان کی روایت کا مشاہدہ کیا ہے۔ دنیا کی آزاد اسلامی ریاستوں کی حیثیت سے جو ماضی کے ایک طویل ورثے سے منسلک ہیں اور ایک ایسا ماضی جو فرانس کے مسلم دنیا کے ساتھ کئی صدیوں مختلف النوع تعلقات کے حوالے اور فرانس کی حکومت اور عوام کے خوشگوار تعلقات کی وجہ سے مشہور ہیں۔

اسلامی دنیا کے ساتھ فرانس کے ان طویل تعلقات کی بدولت پاکستان اور فرانس کے عوام ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ مجھے امید ہے اور مجھے یقین ہے ہماری دونوں عوام کے درمیان تعلقات اور اس کے پس منظر میں خصوصی طور پر ہم اسلامی ممالک کے بارے میں آپ عزت مآب کے علم کے مطابق آپ کی تقرری ایک نئی جہت کو جنم دے گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ پاکستان اور فرانس کے مابین قریبی تعلقات کے فروغ میں ایک رہنما ثابت ہوں گے۔

میں آپ عزت مآب کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان میں آپ کو ہمارا تعاون اور اعتماد حاصل رہے گا۔ جس کی آپ کو دونوں ملکوں کے مابین اچھے اور خوشگوار تعلقات کے فروغ میں ضرورت ہوگی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے نتیجے میں پاکستان اور فرانس دونوں موجودہ منتشر حالات میں امن واستحکام کے قیام میں اپنا کردار ادا کر سکیں گے۔[۶۶]

4 مارچ 1948ء کو پاکستان میں ترکی کے پہلے سفیر کی طرف سے اسناد تقرری پیش کرنے کے موقع پر قائداعظم نے پرجوش انداز میں فرمایا:

ترکی کے پہلے سفیر کی حیثیت سے آج مجھے آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ میری یہ مسرت اس بناء پر اور بڑھ گئی ہے کہ تاریخی اعتبار سے آج کی تقریب اہل پاکستان کی

نظر میں ایک منفرد اہمیت کی حامل ہے- عزت مآب نے خود یہ فرمایا ہے کہ باشندگان ترکی اور پاکستان کے لوگ ان گنت روحانی اور جذباتی رشتوں میں منسلک ہیں جو ایک طویل تاریخ کے سر کے دوران پیدا ہوئے اور پروان چڑھے- نہ صرف یہ، بلکہ کم وبیش نصف صدی کے عرصہ میں عالمی صورت حال کے باعث ترکی مسلسل ہمارے خیالوں میں بسا ہوا ہے- آپ نے بہادرانہ انداز میں اور آپ کی قوم نے پورے یورپ میں تن تنہا لڑائی لڑی- آپ کے مدبروں اور قائدین نے آپ کی آزادی اور خودمختاری کو برقرار رکھنے کی جدوجہد کی اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اسے برقرار بھی رکھا-

جنگ کے بہت سے تاریخی میدانوں میں آپ کے رہنماؤں نے جو معرکے مارے، آپ کے انقلاب کا ارتقاء، عظیم اتاترک کا عروج اور ان کی تگ ودو، ان کا بڑے تدبر، حوصلے اور دوراندیشی کے ساتھ اپنی قوم میں توانائی کی نئی روح پھونک دینا ایسے تمام ولولہ آفریں کاموں کا پاکستان کے باشندوں کو بخوبی علم ہے- امر واقعہ یہ ہے کہ اس برصغیر کے مسلمانوں میں جس دن سے سیاسی شعور پیدا ہوا ہم نے آپ کے ملک کے اتار چڑھاؤ پر گہری ہمدردی اور دلچسپی سے نظر رکھی- ان حالات میں عزت مآب کو یقین دلا سکتا ہوں کہ اسلامیان پاکستان کے دلوں میں آپ کے لئے محبت اور احترام کے جذبات موجزن ہیں اور اب ترکی اور پاکستان دونوں آزاد اور خودمختار ملکوں کی حیثیت سے اپنے روابط کو اس طور پر زیادہ سے زیادہ استحکام بخش سکتے ہیں جو دونوں کے لئے سودمند ہو-

عزت مآب! ہمیں امید ہے کہ آپ کی اعانت اور تعاون سے آپ کے ملک کے ساتھ زیادہ گہرے سیاسی روابط اور ثقافتی تعلقات استوار کئے جا سکتے ہیں اور اس طرح ہم ساری دنیا میں امن اور خوش حالی کے حصول میں اپنا حق ادا کر سکتے ہیں۔

آخر میں عزت مآب کا ترکی کے پہلے سفیر متعینہ پاکستان کی حیثیت سے نہایت پرتپاک خیر مقدم کرتا ہوں- ایسا خیر مقدم جو بے انتہا گہری محبت سے مزین ہے اور وہ تاریخی اور ثقافتی روابط جس نے ماضی کی روایات کی کوکھ سے جنم لیا۔[٦٧]

یہ نہ صرف ترکی تھا بلکہ ساری عرب دنیا، ایران اور اسلامی دنیا کے دوسرے ممالک جن کے ساتھ قائداعظم کو پر امن اور دوستانہ تعلقات مضبوط کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ ایسا اسلامی دنیا کے ساتھ قدیمی مذہبی اور سماجی تعلقات کی بنا پر کیا گیا نہ کہ کسی ریاست یا کسی عالمی طاقت کے ساتھ اختلافات کی بناء پر کیا گیا اس کے علاوہ ہمسایہ ملکوں سری لنکا، ہندوستان، چین کے ساتھ بھی وہ مساوی نبیادوں پر تعلقات کے خواہاں تھے۔ دنیا کے دیگر ممالک کے

ساتھ، عالمی طاقتوں کے ساتھ بھی وہ اچھے اور دوستانہ تعلقات کے حامی تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اقوام متحدہ کے منشور کے تحت مساوی کردار کے خواہشمند تھے جس میں دنیا کی ریاستوں کے مابین خوش گوار تعلقات کے قیام میں امن وآشتی کی ضرورت تھی۔ وہ عالمی ریاستوں کے مابین امن وآشتی کے فروغ میں دلچسپی کے خواہش مند تھے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں موجود ہوں۔ وہ چاہے امیر ہوں یا غریب، وہ ان کے درمیان گہرے دوستانہ مساوی تعلقات چاہتے تھے۔ یہ اس وقت ہی ممکن ہوسکتا تھا جب عالمی سطح پر انسانیت کی دلچسپی میں ریاست مدبرانہ پالیسی پر عمل پیرا ہو۔

بھارت کے ساتھ تعلقات:۔

پاکستان ۱۹۴۷ء میں جنوبی ایشیاء کے برصغیر کی مسلم قوم کے مادر وطن کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا اور ایسی مسلم قوم جسے برطانوی راج میں ہندوؤں کی اکثریت نے احترامیت کا حق دینے سے انکار کر دیا تھا۔ غیر معمولی حالات کی وجہ سے برصغیر کی تقسیم عمل میں آئی تھی۔ کانگریسی رہنما شروع میں اس تقسیم کے خلاف تھے لیکن انہیں مسلمانوں کے اتحاد اور سیاسی دباؤ قائداعظم محمد علی جناح کی ماہرانہ رہنمائی میں تقسیم کے عمل کو تسلیم کرنا پڑا۔ اگرچہ وہ پاکستان کے قیام پر بالآخر رضامند ہوگئے لیکن اس امید کے ساتھ کہ یہ تقسیم جلد یا بدیر منسوخ ہو جائے گی۔[۶۸]

کانگریسی رہنماؤں نے کبھی بھی پاکستان کو صدق دل سے تسلیم نہیں کیا۔ آزادی کے بعد پاکستان کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کرنا شروع کر دیں۔[۶۹] اس کی سب سے اہم مثال بھارت کی ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں وہ مداخلت ہے جس کی وجہ سے بنگلہ دیش وجود میں آیا۔[۷۰]

یہ تمام باتیں قائداعظم محمد علی جناح کے ذہن میں تھیں، آزادی کے ۵۵ سال بعد محض اس طویل تجربے نے ہندوستان اور پاکستان دونوں ممالک کے ان خیالات کو ثابت کر دیا کہ خارجہ پالیسی بنانے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنی پالیسیاں بناتے وقت قائداعظم کے خیالات اور افکار کو مدنظر رکھیں۔ اس ضمن میں ان کے نظریات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ان خیالات اور نظریات کو ایک جگہ جمع کر کے دیکھا جائے تو وہ ایک دلچسپ مطالعہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

جو کچھ بھی قائداعظم نے فرمایا وہ تاریخی پس منظر میں سچ معلوم ہوتا ہے۔ قائداعظم کو پاکستان اور ہندوستان میں فرقوں، طبقات اور اقلیتوں خاص طور سے سکھوں اور ہندوؤں کے مسائل سے آگاہی تھی۔ اس آگاہی کی وجہ قائداعظم کو اس بات میں بہت دلچسپی تھی کہ پاکستان اور ہندوستان کے عوام کا بہترین مستقبل کیسے استوار کیا جائے۔

اس طرح وہ ہندوستان کے لئے قدیم ہندو روایات کی روشنی میں معاشرتی، سیاسی نظام کے فروغ کے حق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار تھے۔ اگر وہ ایسا کرنے کی خواہش رکھتے ہوں یہ حقیقی طور پر ان کی اعلیٰ ظرفی کا واضح ثبوت

تھا۔لیکن پاکستان میں وہ ہندوفرقے پر اسلامی قوانین کے نفاذ کے بھی خلاف تھے۔اس کے جواب میں وہ ہندوستان کی حکومت سے بھی یہی چاہتے تھے۔اس طرح ہندو رہنماؤں کے بارے میں وہ یہی خواہش رکھتے تھے کہ اگر پاکستان کی حکومت اسلام اور اس کی روایات کی روشنی میں اقتصادی اور سیاسی نظام لاتی ہے تو ہندو رہنماؤں کو اس کے بارے میں کسی بھی قسم کا اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔دونوں ممالک اپنے اپنے علاقوں میں مختلف سیاسی نظام قائم کریں۔لیکن انھیں ایک دوسرے کے نظام کا احترام کرنا چاہئے۔قائداعظم کی یہ خواہش بھی تھی جو وہ بین الاقوامیت کی بنیادی روح کے مطابق نظام کو رائج کرنا چاہتے تھے جس سے بیسویں صدی کی اقوام گزر رہی ہیں۔اس کے مطابق جدید ٹیکنالوجی اور تیز ترین مواصلاتی چینل کے ذریعے ہر قوم ایک دوسرے کے قریب تر ہوتی جا رہی ہے۔قائداعظم جیسی وسیع القلب، صاحب بصیرت شخصیت نے انسانی امور کو صحیح سمت کی جانب گامزن کیا۔اس سوچ کے ساتھ اس بات کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے عوام باہمی احترام کے رشتے کی بنیاد پر اپنے تعلقات کو مزید فروغ دیں۔ انہوں نے اس مفروضے کے تحت دونوں اطراف سے مختلف اقدامات بھی تجویز کئے۔ایک عظیم مدبر کی حیثیت سے قائد نے یہ مطالبہ کیا کہ ہندوستان پاکستان کے وجود کی حقیقت کو تسلیم کرے۔یہ کوئی نئی بات نہ تھی ان کے خیال میں جنوبی ایشیاء کے مسلمان ہمیشہ سے ہندوستان میں رہتے رہے تھے اس کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں ۱۹ فروری ۱۹۴۸ء کو کہا:

> ہند میں صدیوں سے ہمارا ایک مقام تھا۔کسی وقت وہ مقام اعلیٰ وارفع تھا۔یہ اس وقت کی بات ہے جب مغلوں کا فرمان ساحل تا بہ ساحل جاری و ساری تھا۔ہم اس عہد کو صرف تاریخی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔اب ہمارے پاس کم علاقہ ہے جو بلحاظ رقبہ انگلستان سے چار گنا ہے۔یہ ہمارا ہے اور ہم اس پر قانع ہیں۔[۷۱]

تاریخی طور پر مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء کو شمال مغربی سرحدی علاقوں سے برصغیر کو فتح کیا۔جو اس وقت پاکستان پر مشتمل ہیں۔ہندوستانی حلقے میں کسی بھی قسم کا خوف وخطرات کو دور کرنے کیلئے قائداعظم نے فرمایا:

> ہم اپنے ہمسائیوں کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے۔ہم صلح وآشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ہم سکون کے ساتھ اور اپنے طریقے سے اپنے مستقبل کو سنوارنا چاہتے ہیں اور امور عالم میں اپنا جائز حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔[۷۲]

آپ نے اس امر کا بھی اظہار کیا کہ ہندوستان کو اس بات پر قطعی اعتراض نہیں ہونا چاہئے اگر پاکستان اپنے سماجی، سیاسی اور اقتصادی معاملات میں اسلام کا راستہ منتخب کرتا ہے۔یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو قائداعظم نے ایک موقع

پر فرمایا:

> مغربی دنیا اس وقت اپنی میکانکی اور صنعتی اہلیت کے باوصف جس قدر بدترین ابتری کا شکار ہے وہ اس سے پہلے تاریخ میں کبھی نہ ہوگی۔ مغربی اقدار نظریئے اور طریقے خوش وخرم اور مطمئن قوم کی تشکیل کی منزل کے حصول میں ہماری مدد نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں اپنے مقدر کو سنوارنے کے لئے اپنے ہی انداز میں کام کرنا ہوگا اور دنیا کے سامنے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کرنا ہوگا جس کی اساس انسانی مساوات اور معاشرتی عدل کے سچے اسلامی تصور پر استوار ہو۔ اس طرح سے ہم مسلمان کی حیثیت سے اپنا مقصد پورا کر سکیں گے اور بنی نوع انسان تک پیغام امن پہنچا سکیں گے کہ صرف یہی اسے بچا سکتا ہے اور انسانیت کو فلاح و بہبود، مسرت و شادمانی سے ہمکنار کر سکتا۔[۷۳]

اس کا اظہار قائداعظم نے اس وقت کیا جب پاکستان نے اپنا مرکزی بنک جسے اسٹیٹ بنک آف پاکستان کہا جاتا ہے قائم کیا اور اپنے مالی معاملات کو ریزرو بنک آف انڈیا سے علیحدہ کر لیا تھا۔ اس علیحدگی کی وجہ یہ تھی اولاً یہ کہ ریزرو بنک آف انڈیا نے پاکستان کے مالی معاملات سرانجام دینے سے انکار کر دیا تھا دوسری وجہ یہ تھی کہ پاکستان اسلامی احکامات کی روشنی میں اپنی معیشت کو چلانا چاہتا تھا۔ قائد نے عالمی سیاق وسباق کے حوالے سے بھی اس کی وضاحت کی جس کے ذریعے پاکستان نے معاشی طور پر نظام قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ جو ذات پات، نسل کی کسی بھی تفریق کے بغیر تمام انسانوں کو معاشی مواقع کی فراہمی کا یقین دلاتا ہے۔ ہندوستان کو پاکستان کی سوچ پر کسی بھی قسم کا اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور اسے کسی بھی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کرنا چاہئے تھی۔ اسی وجہ سے دونوں اطراف کو قائد نے مشورہ دیا:۔ ''ماضی کو اب دفن کر دینا چاہئے اور ہمیں دو آزاد اور خودمختار ہندوستان اور پاکستان ریاستوں کی حیثیت سے کام کرنا چاہئے''۔[۷۴] ہندوؤں کے لئے اپنی رواداری کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ''میں ہندوستان میں استحکام اور امن کا خواہاں ہوں''۔[۷۵]

ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین کشیدگی کی بنا پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اس کے قیام کے بعد دو ملکوں کی حیثیت سے ان کے مابین مسابقت کے مضبوط امکانات موجود تھے۔ انہوں نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندوؤں اور دوسری غیر مسلم کمیونٹی کے ساتھ ہم آہنگی سے رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں قائداعظم نے کہا: ''ہندوستان میں اپنے مسلمان بھائیوں کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں اپنی ریاست کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ وفادار رہیں''۔[۷۶] آپ حکومت ہندوستان کی جانب سے بھی ایسی ہی توقعات کے منتظر تھے تاکہ ہندوستان میں مسلمانوں کا وجود خطرے میں نہ پڑ جائے۔ ہاں اگر دونوں ملکوں کے درمیان

آبادی کے تبادلہ کیلئے کسی معاہدہ کی ضرورت ہے تو قائداعظم چاہتے تھے کہ اس سلسلے میں باوقار انداز سے بات کی جائے۔ان خیالات کا اظہار کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

> اگر اقلیتوں کے مسئلے کا متبادل حل آبادی کا تبادلہ ہے تو اسے حکومتی پلان میں لانا چاہئے، اسے خونی درندوں کے لئے تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے۔[۷۷]

چونکہ ہندوستان کے مسلمانوں نے وجود پاکستان کی حمایت کی ہندوستانی حکومت انہیں ظلم وتشدد کا نشانہ بناتی ہے۔قائداعظم نے ہندوستان کی حکومت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ وہ انہیں پاکستان کے قیام پر مدد کرنے کی سزا نہ دے[۷۸]۔اس قسم کی توقع انہیں پاکستانی حکومت سے پاکستان میں مقیم ہندو اور غیر مسلم آبادی کے بارے میں تھی جس کے وہ خود سربراہ تھے۔وہ پاکستان کے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں سے اس پالیسی میں تعاون کے متمنی تھے۔انہوں نے دونوں قوموں پر یہ زور دیتے ہوئے کہا کہ وہ ماضی کی باہمی رقابت کو بھول جائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات بنانے کی کوشش کریں۔انہوں نے فرمایا:

> جہاں کہیں بھی ایک قوم اکثریت میں ہے اور دوسری اقلیت میں ان دونوں کے مابین جذبات کو محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جو کچھ کیا گیا ہے اس کے علاوہ کوئی اور اقدام ممکن اور قابل عمل تھا؟ تقسیم عمل میں آچکی ہے۔سرحد کے دونوں جانب ہندوستان میں بھی اور پاکستان میں بھی ایسے لوگ ہوسکتے ہیں جو اس سے اتفاق نہ کریں اور اسے پسند نہ کریں لیکن میری رائے میں اس مسئلہ کا اس کے علاوہ کوئی اور حل نہیں تھا اور مجھے یقین ہے کہ تاریخ اس کے حق میں فیصلہ صادر کرے گی۔مزید برآں جوں جوں وقت گزرتا جائے گا تجربے سے یہ بات ثابت ہوتی جائے گی کہ ہند کے دستوری مسئلہ کا صرف اور صرف یہی واحد حل تھا۔متحدہ ہند کا تخیل قابل عمل نہ تھا اور میری رائے میں ہمیں یہ خوفناک تباہی کے دہانے پر لے جاتا۔ہوسکتا ہے کہ یہ رائے درست ہو اور یہ بھی کہ یہ درست نہ ہو لیکن اس کا فیصلہ بھی وقت ہی کرے گا۔بایں ہمہ اس تقسیم میں کسی ایک مملکت میں یا دوسری مملکت میں اقلیتوں کا وجود ناگزیر تھا۔اس کے علاوہ دوسرا کوئی حل نہیں تھا۔لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟ اگر ہم مملکت پاکستان کو خوش وخرم دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی تمام تر توجہ لوگوں کی فلاح اور بہبود پر مرکوز کردینی چاہیے بالخصوص عامتہ الناس کی اور غریبوں کی جانب۔اگر آپ ماضی کو اور باہمی تنازعات کو نظرانداز کرتے ہوئے باہمی تعاون کے ساتھ کام کریں گے تو کامیابی یقیناً آپ کے قدم چومے گی۔اگر آپ اپنا رویہ تبدیل کرلیں اور مل جل کر اس جذبہ سے کام

کریں قطعہ نظر کہ آپ میں سے ہر شخص خواہ وہ اس ملک کا پہلا شہری ہے یا دوسرا آخری سب کے حقوق، مراعات اور فرائض مساوی ہیں یا اس کا کس فرقہ سے تعلق ہے اور ماضی میں اس کے آپ کے ساتھ کس نوعیت کے تعلقات تھے یا اس کا رنگ ونسل یا عقیدہ کیا ہے تو آپ جو بھی ترقی کریں گے اس کی انتہا نہ ہوگی۔[۷۹]

ایک سچے رہنما اور حقیقی مدبر کی حیثیت سے قائداعظم کی یہ خواہش تھی کہ پاکستان درست سمت کی جانب گامزن ہو۔ جتنا عرصہ جواہر لال نہرو ہندوستان کے وزیراعظم رہے اتنا عرصہ پاکستان کے بارے میں بھارتی رویے میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ جہاں تک پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کا تعلق ہے ۶۹ اراکین کے ایوان میں ۱۵ غیر مسلم اراکین تھے[۸۰]۔ جے این منڈل پہلی پاکستانی کابینہ میں اقلیتوں کے وزیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں[۸۱]۔

قائداعظم مساوی بنیادوں پر ہندوستان کے ساتھ تعلقات کے خواہشمند تھے۔ یہ اقوام متحدہ کے منشور اور بین الاقوامی اصولوں کے عین مطابق تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ بھارت برتری کے احساس کمتری سے آزاد ہو جائے اور مساوی حیثیت سے پاکستان کے ساتھ تعلقات رکھے۔ یہ اس وقت ممکن تھا جب بھارت پاکستان کے ساتھ مثبت رویہ اپناتا اور پاکستان کے وجود کو تسلیم کرتا[۸۲]۔ یہ قائداعظم کی خواہش تھی کہ دونوں ممالک مشترکہ طور پر عالمی سیاست میں نمایاں کردار ادا کریں۔ آپ نے فرمایا:

ذاتی طور پر میرے ذہن میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ ہمارا بہترین مفاد اس بات کا متقاضی ہے کہ پاکستانی ریاست اور ہندوستانی ریاست دونوں عالمی تعلقات اور ترقی میں اپنا کردار بخوبی ادا کریں جو آزاد اور خودمختار ریاستوں کی حیثیت سے نہایت اہمیت کی حامل ہیں اور دونوں دوستانہ اور مشترکہ طور پر کسی بھی جارحیت کے خلاف اپنی سرحدوں اور سرزمین کی حفاظت کریں۔[۸۳]

لیکن قائداعظم محمد علی جناح نے محسوس کر لیا تھا کہ دو ممالک کے درمیان اس سطح کے تعلقات بہت مشکل ہیں اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آیا پاکستان اور ہندوستان دونوں اپنے اختلافات ختم کر سکتے ہیں اگر ہم داخلی طور پر کوئی دروازہ کھلا رکھتے ہیں تو ہم عالمی نوعیت کے تمام امور کے حل کے لئے ایک کردار ادا کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔[۸۴]

۱۹۴۷ء سے اب تک دو ریاستوں کے مابین کیا واقعات رونما ہوئے ہیں کیا وہ حالات واپسی کی طرف تھے جس کے بارے میں قائداعظم محمد علی جناح نے محسوس کیا تھا۔ پاکستان میں چند ایسے عناصر موجود ہیں جو حالات کو

معمول پر نہ لانے کا الزام ہندوستان پر لگاتے ہیں۔ کچھ ادیب ایسے ہیں جنہیں یقین ہے کہ پاکستان ہندوستان کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے کچھ نہیں کر رہا لیکن ایک پاکستانی کی حیثیت سے کوئی بھی شخص اس رائے سے اختلاف کر سکتا ہے۔ دونوں اطراف سے قائداعظم کے پیغام کو سمجھنا چاہئے ۔ وہ حضرات جو یہ سوچتے ہیں کہ اگر پاکستان نے ہندوستان کے ساتھ دوستانہ اور قریبی تعلقات قائم کر لئے تو یہ نظریہ پاکستان کے منافی ہوگا۔ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے اپنے نظریے کے خلاف جانے کے لئے ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اچھے ہمسائے کی حیثیت سے امن اور آشتی کے ساتھ رہیں۔

وہ حضرات جو ہندوستان کی طرف سے یہ سوچتے ہیں کہ اگر ہندوستان پاکستان کے ساتھ اپنے تعلق کو معمول پر لائے تو یہ دوقومی نظریے کو تسلیم کرنے کے مترادف ہوگا اور ہندوستان میں رہنے والی مسلم اقلیت کے وجود سے ہندوستان کا وجود خطرے میں پڑ جائیگا۔ کوئی اعتدال پسند یہ مشورہ بھی دے سکتا ہے کہ اگر ہندوستان صدق دل سے پاکستان کی حقیقت اور اس کے وجود کو تسلیم کر لے تو جنوبی ایشیاء کے سیاق وسباق کے حوالے سے ہندو مسلم کے درمیان کشیدگی ختم ہونے میں مدد ملی گی ۔ قائداعظم چاہتے تھے کہ دونوں ممالک کے درمیان انسانی تعلقات کو مضبوط سے مضبوط ہونا چاہیے ۔ قائداعظم محمد علی جناح نے داخلی اور مختلف شعبوں میں رہنمائی کی اگر چہ وہ ہمارے درمیان مختصر مدت کے لئے رہے لیکن یہ ان کی رہنمائی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان کمزور ہونے کے باوجود ایک ریاست کی حیثیت سے قائم ودائم ہے۔ زندگی کے مختلف حصوں میں انہوں نے پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا۔

حوالہ جات

۱۔ ٹائمز آف انڈیا 11 جولائی 1947ء

۲۔ ایضاً ' 14 جولائی 1947ء

۳۔ ایضاً '

۴۔ ایضاً '

۵۔ ایضاً ' 8 اگست 1947ء

۶۔ ایضاً ' 9 اگست 1947ء

۷۔ پاکستانی آئین ساز اسمبلی کا قیام برٹش لائبریری (OIOC) نمبر آر/168/1/3

۸۔ ایضاً '

۹۔ ایضاً '

۱۰۔ ایضاً '

۱۱۔ ماؤنٹ بیٹن پیپرز برٹش لائبریری (OIOC) لندن نمبر ایف/106/200

۱۲۔ ایضاً'
۱۳۔ ایضاً'
۱۴۔ ایضاً'
۱۵۔ ایضاً' پیپرز برٹش لائبریری (OIOC) لندن نمبر ایف/222/200
۱۶۔ ایضاً' برٹش لائبریری (OIOC) لندن نمبر ایف/194/200
۱۷۔ ایضاً'
۱۸۔ ایضاً'
۱۹۔ ایضاً'
۲۰۔ ایضاً' برٹش لائبریری (OIOC) لندن نمبر ایف/161/200
۲۱۔ ایضاً'
۲۲۔ وائسرائے کی ذاتی رپورٹیں' برٹش لائبریری نمبر 103-ii/6/PO/J
۲۳۔ ایضاً' 12 اگست 1947ء
۲۴۔ ایضاً'
۲۵۔ ایضاً' 13-12 اگست 1947ء
۲۶۔ ایضاً' 13 اگست 1947ء
۲۷۔ ایضاً' 15 اگست 1947ء
۲۸۔ ایضاً'
۲۹۔ ایضاً'
۳۰۔ ایضاً'
۳۱۔ ایضاً' 23 اگست 1947ء
۳۲۔ ایضاً' 1 ستمبر 1947ء
۳۳۔ ایضاً'
۳۴۔ ایضاً'
۳۵۔ ایضاً' 15 ستمبر 1947ء
۳۶۔ ایضاً'
۳۷۔ ایضاً'
۳۸۔ سٹار آف انڈیا' 25 اگست 1947ء
۳۹۔ ایضاً' 14 اگست 1947ء
۴۰۔ ایضاً' 19 اگست 1947ء
۴۱۔ ایضاً' 25 اگست 1947ء

۴۲۔ ایضاً' 19 اگست 1947ء
۴۳۔ ایضاً' 3 جنوری 1948ء
۴۴۔ ایضاً' 5 ستمبر 1947ء
۴۵۔ ایضاً'
۴۶۔ ایضاً' 5 ستمبر 1947ء
۴۷۔ ایضاً'
۴۸۔ ایضاً' 10 ستمبر 1947ء
۴۹۔ ایضاً' 7 ستمبر 1947ء
۵۰۔ مردم شماری پاکستان 1951ء
۵۱۔ قائداعظم پیپرز' بحیثیت گورنر جنرل قائداعظم کی فائلیں
۵۲۔ سٹار آف انڈیا' 23 مارچ 1947ء
۵۳۔ قائداعظم محمد علی جناح تصاویر بحیثیت گورنر جنرل (1947-1948ء)' (کراچی: فیروز سنز لمیٹڈ' 1948)' ص 153
۵۴۔ سٹار آف انڈیا 24 اپریل 1947ء
۵۵۔ ایضاً' 28 اپریل 1947ء
۵۶۔ ایضاً' 15 جون 1947ء
۵۷۔ ایضاً' 25 جون 1947ء
۵۸۔ ایضاً' 12 مارچ 1947ء
۵۹۔ قائداعظم محمد علی جناح تصاویر بحیثیت گورنر جنرل' ص 38-39
۶۰۔ ایضاً' ص 142-143
۶۱۔ ایضاً' ص 42
۶۲۔ ایضاً' ص 50
۶۳۔ ایضاً' ص 59
۶۴۔ ایضاً' ص 65-66
۶۵۔ ایضاً' ص 67
۶۶۔ ایضاً' ص 108-109
۶۷۔ ایضاً' ص 69-70
۶۸۔ وی پی مینن' ٹرانسفر آف پاور ان انڈیا (بمبئی' سنگھم بکس' 1957)' ص 384 اور ایس ایم برق' پاکستانز فارن پالیسی: این ہسٹاریکل انیلسز (کراچی' پاکستان ہیرالڈ پریس' 1973ء)' ص 8-10
۶۹۔ ریاض احمد' کانسٹیٹیوشنل اینڈ پولیٹیکل ڈیویلپمنٹ ان پاکستان 1951-54ء (راولپنڈی' پاک امریکن کمرشل لمٹیڈ' 1981ء)' ص 3-5

۷۰۔ جی ڈبلیو چوہدری، دی لاسٹ ڈیز آف یونائیٹڈ پاکستان (لندن، سی ہرسٹ اینڈ کمپنی، 1974ء) ص187-188

۷۱۔ 19 فروری 1948ء کو قائداعظم کا آسٹریلوی عوام سے خطاب، بحوالہ قائداعظم محمد علی جناح۔ تقاریر بحیثیت گورنر جنرل پاکستان، ص58-59

۷۲۔ ایضاً، ص59

۷۳۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان کی افتتاحی تقریب سے قائداعظم کا خطاب، 1 جولائی 1948، ایضاً، ص153-154

۷۴۔ دہلی سے کراچی کیلئے رخصت ہوتے وقت قائداعظم کا پریس کو بیان، 7 اگست 1947ء بحوالہ رفیق افضل، سلیکٹ سپیچز اینڈ سٹیٹمنٹس آف قائداعظم محمد علی جناح (1911-1913 اور 1947-1948)، (لاہور، ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، 1976ء) ص428

۷۵۔ ایضاً، ص428

۷۶۔ سول، نیوی، ملٹری اور ائیرفورس کے افسران سے قائداعظم محمد علی جناح کا خطاب، 11 اکتوبر 1947ء بحوالہ جمیل الدین احمد، سپیچز اینڈ رائٹنگز آف مسٹر جناح، جلد دوم (لاہور، شیخ محمد اشرف، 1964ء)، ص420

۷۷۔ ایضاً، ص25

۷۸۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قائداعظم کا قوم کو پیغام، 24 اکتوبر 1947ء بحوالہ ایضاً، ص27

۷۹۔ آئین ساز اسمبلی میں قائداعظم کا صدارتی خطاب، 11 اگست 1947ء

۸۰۔ ریاض احمد، ص10

۸۱۔ ایضاً، ص16

۸۲۔ ہند، پاکستان تعلقات کے بارے میں قائد کا ایک غیر ملکی اخباری نمائندے کو انٹرویو، 11 مارچ 1948ء، بحوالہ افضل، ص459

۸۳۔ ایضاً، ص458-459

۸۴۔ ایضاً، ص459

NEW PUBLICATIONS OF NIHCR

Uchchh: History and Architecture

(2nd Revised Edition)

Ahmad Nabi Khan

Among the several ancient cities of the Pakistan Uchchh stands out more prominently whose birth, adolescence and climax is identified with local cultural traditions of the region. The present monograph attempts at covering these aspects in details, based on original or authoritative sources. The description of architectural monuments accompanies monochrome and polychrome photographic plates as well as line-drawings of plans, elevations and sections of more prominent undertakings.

ترک اسلامی ریاستوں کی مختصر تاریخ

تاریخ زندہ قوموں کا حافظہ ہوتی ہے جس سے وہ ماضی سے سبق حاصل کر کے اپنے حال و مستقبل کو سنوارتی ہیں۔تاریخ انہیں خود آگہی عطا کر کے حیات لازوال سے ہم آغوش کرتی ہے۔یہی محرکات تھے جن کے تحت ''اتا ترک سپریم کونسل برائے ثقافت، زبان، تاریخ'' اور اسلامک کانفرنس کی تنظیم کے ''مرکز تحقیق برائے اسلامی تاریخ، فن وثقافت'' انقرہ، نے A Short History of Turkish Islamic States لکھوانے کا منصوبہ بنایا جس میں اسلام سے پہلے کے ادوار سے لے کر موجودہ دور تک ترکوں کے زیرنگرانی قائم ہونے والی مختلف ریاستوں کا تاریخی جائزہ پیش کیا گیا اور اس ضمن میں عالمی استعمار کی ریشہ دوانیوں پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔کتاب ہذا کا اردو ترجمہ تاریخ کے معروف اسکالر پروفیسر منور علی خان نے انجام دیا ہے۔

نوائے وقت اور تحریک پاکستان

منتخب مضامین: ۱۹۴۴ء۔۱۹۴۷ء

مرتبہ عذرا وقار

روزنامہ نوائے وقت نے تحریک پاکستان کو فروغ دینے کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۴ء۔۱۹۴۷ء کے دوران قیام پاکستان کے حوالے سے مختلف موضوعات پر بحث ومباحثہ ہوا جو کہ مختلف مضامین کی شکل میں روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوئے۔اس سے تحریک پاکستان کے مقاصد کو اجاگر کرنے میں بہت مدد ملی۔ان کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان مضامین کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے تاکہ قارئین اس سے مستفید ہوسکیں۔